ایک مرکز پر جمع ہونا رحمت سے تعلق رکھتا ہے

ممبران شوریٰ کو نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 / مارچ 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۞ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ (آل عمران: 161,160)

پھر فرمایا:

ان آیات کا تعلق اسلام کے نظام شوریٰ سے ہے اور اس کی بنیادی صفات ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ذکر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے شروع ہوتا ہے اور اس رحمت کے ذکر سے جو خدا تعالیٰ نے آپ پر بطور خاص فرمائی۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تو مومنوں کے لئے نرم ہو گیا اس رحمت کی بناء پر جو تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ پس مجلس شوریٰ کا آغاز اس رحمت سے فرمایا گیا یعنی نظام شوریٰ کا آغاز اس رحمت سے فرمایا گیا ہے جو خدا کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اور وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ: 4) کے مضمون کے تابع آپؐ سے پھر وہ رحمت دوسرے بنی نوع انسان میں اس طرح جاری ہوئی کہ جو

قریب تر تھا اس نے سب سے زیادہ فیض پایا۔ ورنہ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کا مضمون بتا رہا ہے کہ آپؐ کی رحمت محض صحابہؓ کے لئے خاص نہیں تھی تمام بنی نوع انسان کے لئے تھی جیسا کہ اللہ کی رحمت سب بنی نوع انسان کے لئے ہے بلکہ ہر مخلوق پر حاوی ہے۔

پس فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سے طبعاً اور قطعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آنحضورﷺ کی رحمت جو خدا سے آپؐ پر اتری وہ اسی طرح بندوں میں تقسیم ہوئی بلکہ مخلوق نے بھی اس سے حصہ پایا اور یہ وہ رحمت ہے جو بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے لئے ضروری ہے ورنہ کوئی نظام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر جمع نہیں کر سکتا۔ یہ مرکزی نکتہ ہے جو بہت ہی قابل توجہ ہے اور اگر یہ رحمت نہ ہو جو بندوں کو آپس میں باندھے تو ان کا کوئی نظام شوریٰ بھی فائدہ مند نظام شوریٰ نہیں ہو سکتا۔ اگر نفرتوں سے دل پھٹے ہوئے ہوں اور ایک نیشنل اسمبلی کی چھت کے نیچے وہ شوریٰ کی خاطر، مشوروں کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو جوتیوں میں دال تو بٹ سکتی ہے مگر فائدے کی چیزیں رونما نہیں ہو سکتیں۔ پس قرآن کریم کی تعلیم دیکھیں کیسی کامل ہے اور کیسی پر حکمت اور کتنی گہری اور کتنی باہم مربوط ہے۔ ذکر رحمت کا چلا ہے بات شوریٰ پہ ختم فرماتا ہے کیونکہ یہ بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

کوئی انسان جو رحمت سے عاری ہو یا اپنے بھائی کے لئے اس کا دل محبت سے خالی ہو وہ نہ مشورہ لینے کا اہل ہوتا ہے نہ مشورہ دینے کا اہل ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرتﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مشاورت کا لفظ بولا ہے یا شوریٰ کا بالامانة کہ شوریٰ یا مشاورت یعنی ایک دوسرے سے باہمی مشورہ کرنا ایک امانت ہے اور جس سے مشورہ کیا جائے اس کا فرض ہے کہ بعینہٖ وہی بیان کرے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے لئے بہتر ہے اور اپنے مفاد کی خاطر نہیں بلکہ مشورہ کرنے والے کے مفاد کی خاطر مشورہ دے اور جب وہ مشورہ طلب کرے گا تو اس سے بھی بعینہٖ یہی سلوک ہوگا۔ پس یہ بات آپس کے تعلقات ہی میں نبھ سکتی ہے ورنہ ناممکن ہے۔ ورنہ اگر آپس میں محبت نہ ہو، ایک دوسرے کے بدخواہ لوگ ہوں تو جب بھی مشورہ مانگا جاتا ہے کوئی چکر والا مشورہ دیا جاتا ہے تا کہ اس سے مشورہ لینے والا تباہ ہو جائے اور دنیا کا نظام، نظام شوریٰ اگر بعینہٖ ایسا نہیں تب بھی اس میں فساد کی راہیں اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی ایک نظام شوریٰ بھی نہیں جس کے متعلق ہم یہ کہہ سکیں کہ وہاں ہر مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔ بلکہ وہ نظام شوریٰ جو پارٹیوں میں تقسیم ہو چکا ہے اس میں مخالفت برائے

مخالفت، پارٹی کی تائید یا پارٹی کی مخالفت کی وجہ سے ایک ایسا روزمرّہ کا دستور بن جاتا ہے کہ اس سے ہٹنے والا قوم کا یا اس پارٹی کا بے وفا سمجھا جاتا ہے۔ ابھی انگلستان کی پارلیمنٹ میں بھی ایسے واقعات ہوئے۔ ایک پرانے کنزرویٹو ممبر نے کسی اختلاف کی وجہ سے جس کو اس نے اصولی اختلاف قرار دیا پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کیا اور بہت شور پڑا اس پر اور ان کی اپنی Constitution میں بھی ان کے خلاف، مخالفت کی آوازیں اٹھائی گئیں مگر یہ ضرور ہے کہ ان کا حق ضرور تسلیم کیا گیا۔ چھوٹے اور غریب ملکوں میں تو حق کے ساتھ ایسا حق استعمال کرنے والا بھی مارا جاتا ہے۔ مگر بہر حال نظام ہے نظام میں کجی ہے اور اس نظام کی رو سے الا ماشاء اللہ جیسا کہ میں نے مثال دی ہے خواہ انسان حق سمجھے یا نہ سمجھے پارٹی کی وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ پارٹی کے ساتھ رہیں اور اسلامی نظام میں پارٹی کا وجود ہی کوئی نہیں ہے اور پارٹی کا وجود مٹنا اپنی ذات میں ایک بہت بڑی رحمت ہے کیونکہ ہر شخص اپنے نفس کی خاطر نہیں بلکہ اپنے نفس کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ محض اللہ کی خاطر فیصلہ کرنا ہے۔ محض اللہ کی خاطر مشورہ دینا ہے۔ یہ اصولاً تو بات ٹھیک ہے مگر چل نہیں سکتی جب تک کہ رحمت کا مضمون اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ اس کا قطعی ثبوت قرآن کریم کی یہ آیت اس رنگ میں پیش کرتی ہے کہ تمہارے قومی معاملات میں جو باہمی محبتیں اور باہمی ربط کے سلسلے جاری ہوں گے ان کی بناء عقلی نہیں ہے، ان کی بناء دلائل پر نہیں ہے۔ یہ جو قومی وحدت ہے محض رحمت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بڑا اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ فرمایا لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ کہ اے محمد ﷺ! تیرے جیسا کامل فہم والا انسان، اولوالالباب کا سردار تو بھی ان کو اکٹھا نہیں کر سکتا تھا اگر رحمت سے خالی ہوتا۔ پس عقل کبھی بھی قوموں کو اکٹھا باندھ نہیں سکتی۔ تدبیریں کبھی قوموں کو اکٹھا نہیں رکھ سکتیں۔ ایک مرکز پر جمع ہونا رحمت سے تعلق رکھتا ہے۔ باہمی محبت اور پیار اور ایک دوسرے کا ادب، ایک دوسرے کا خیال، ایک دوسرے کے مفادات کو اپنے مفاد سمجھنا یہ سب رحمت کے تقاضے ہیں جن کے نتیجے میں قومی وحدت ظہور میں آتی ہے۔ پس فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ تجھ پر جو خدا کی رحمت ہے وہ تو اتنی ہے کہ اسی رحمت کا ایک طبعی تقاضا تھا کہ تو ان کے لئے نرم پڑ گیا۔

آنحضرت ﷺ کو یہ کیوں فرمایا ہے کہ رحمت کی وجہ سے تو نرم پڑا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جہاں

Absolute Leadership ہو وہاں ماتحت کے لئے نرمی رفتہ رفتہ غائب ہونی شروع ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اللہ کا حوالہ ہمیشہ پیش نظر رہے اور یہ ایک ایسا طبعی اصول ہے جس کے تابع جتنا بلند مرتبہ اور زیادہ طاقتور بادشاہ ہوگا اتنا ہی اپنے آپ کو غریبوں کے مسائل کا خیال کرنے کا کم پابند پائے گا۔ اتنا ہی اس میں ایک ایسی غناء پیدا ہوتی چلی جائے گی جو قابل تعریف غناء نہیں بلکہ قابلِ مذمت غناء ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ اس سے ہنس کے ہی بات کروں۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو بطور خاص خدا تعالیٰ نے چن کر فرمایا کہ تو اپنی تمام عظمتوں کے باوجود اگر خدا کی رحمت تجھے بطور خاص عطا نہ ہوتی تو ضروری نہیں تھا کہ ان کے لئے نرم ہوتا کیونکہ انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔ یہ فطرت انسان کو بعض دفعہ اپنے بہاؤ پر اس طرح لے کے چلتی ہے کہ چلنے والے اور بہنے والے کا کوئی اختیار نہیں ہوا کرتا۔ Moving Plateforms ہوتے ہیں۔ کشتیوں میں، سمندروں میں، دریاؤں کے بہاؤ کے ساتھ مسافر خود بخود آگے بڑھتے ہیں۔ پس یہ وہ مضمون ہے جو فطرت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کبھی بنی نوع انسان میں کسی کو اپنے غلاموں پر اختیار نہیں دیا گیا۔ اور غلام بھی ایسے کامل تھے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ آنحضور ﷺ کے حوالے کر رکھا تھا یہاں تک کہ یہ بھی دستور تھا کہ جب آپؐ مشورہ مانگتے تھے تو عرض کیا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ ہم کون ہوتے ہیں مشورہ دینے والے۔ اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ اے محمد رسول اللہ ﷺ! یہ تو تیرے کامل غلام بنے ہوئے ہیں یہ بندوں کی طرح تیرے حضور حاضر رہتے ہیں ان کو کہہ اے میرے بندو! یہاں بندے کہہ کر خدا سے الگ بندگی مراد نہیں بلکہ یہ پیغام ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کیوں کہ عبد کامل ہیں اس لئے جو ان کا بندہ بنتا ہے وہ خدا کے سوا کسی کا بندہ بن ہی نہیں سکتا اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ تو ان کو اپنا بندہ کہہ دے تاکہ ان کی توحید پرستی کی تعریف ہو کیونکہ محمد ﷺ کا بندہ خدا کا بندہ ہے اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں ہے۔

پس اس پہلو سے فرمایا کہ تو اتنی عظمتوں کا مالک، تجھے خدا نے سارے اختیار دے دیئے یہ بھی تیرے حضور اپنی گردنیں جھکائے بیٹھے ہیں لیکن اگر تجھے وہ رحمت عطا نہ ہوتی جس کے نتیجے میں طبعی محبت کے جوش سے تو ان پر جھکا ہے، عقلی تقاضوں کی وجہ سے نہیں محبت کی وجہ سے، تو پھر ان کو تو

اکٹھا نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ محبت، محبت کو پیدا کرتی ہے اور محبت کے بغیر محبت پیدا ہو نہیں سکتی۔ اس لئے ظاہری، عقلی اطاعت اور چیز ہے محبت کے تقاضوں کے نتیجہ میں اطاعت اور چیز ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام کبھی آپس میں جڑ نہ سکتے خواہ حضور کے سامنے گردنیں جھکا دیتے اگر رسول اللہ ﷺ کی محبت کا فیض نہ ہوتا یہ وہ مضمون ہے اور پھر بالآخر آنحضرت ﷺ سے بھی دور ہٹنا شروع ہو جاتے کیوں کہ جس کو محبت سے نہ باندھا گیا ہو وہ عذر ڈھونڈتا ہے۔ ذرا سا بھی عذر پیدا ہو جائے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے اور دور نکل جاتا ہے لیکن محبت ہو تو بڑی سے بڑی سزا کو بھی انسان خوشی سے قبول کر لیتا ہے۔ محبت ہو تو بڑی سے بڑی سختی بھی دل پر اتنی ناگوار نہیں گزرتی کہ انسان کا دل اپنے محبت کے رشتے توڑ کر الگ ہو جائے۔ کچھ دیر غم کی حالت رہے گی مگر پھر رہے گا وہیں کا وہیں اس سے دور ہٹ نہیں سکتا۔ یہ جو کشش ثقل ہے یہ بھی تو محبت ہی ہے اس کے سوا اس کی اور کوئی طاقت نہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ محبت دنیا کی ہر طاقت سے بڑھ کر طاقت ہے۔ چنانچہ کشش ثقل کا راز سائنس دان اتنی ترقی اور غور و فکر کے باوجود بھی آج تک سمجھ نہیں سکے اور جو زیادہ دانشور ہیں اور حق پرست ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں اس کی سمجھ نہیں آئی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ڈاکٹر عبدالسلام سے گفتگو کے دوران وہ جانتے ہیں جو چار بنیادی طاقتوں کو آپس میں ملانے کے لئے دو کا راز سمجھ گئے اور چار کی بجائے تین طاقتیں رہ گئیں ہیں جن کے متعلق رشتے ڈھونڈے جا رہے ہیں کن رشتوں سے ان کو باہم ملا کر ایک بنایا جائے لیکن آخری طاقت کشش ثقل کی ہے۔ کشش ثقل کی طاقت اتنی مشکل ہے سمجھنے کے لحاظ سے کہ حساب بے کار ہو جاتے ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کس طرح ظاہر کیا جائے کہ یہ طاقت ہے کیا چیز؟ جس قوت کے ساتھ زمین ہر چیز کو اپنے گرد سمیٹے ہوئے ہے جو Energy خرچ ہو رہی ہے اس پر وہ اتنی بھی نہیں کہ انسان اپنے ہاتھ میں کسی وزن کو اٹھائے تو اس پر جو خرچ ہوتی ہے اتنی ہو۔ چونکہ محبت دونوں طرف ہے زمین جن چیزوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے وہ چیزیں زمین کی طرف کھنچتی چلی آ رہی ہیں۔ اس لئے محبت کے مضمون کو سمجھے بغیر یہ سائنس کا مضمون حل ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی محبت کے کرشمے سے تمام کائنات کو آپس کے بندھنوں سے باندھا ہے۔ اور اسی محبت کے نتیجے میں پھر دوسری طاقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً بجلی کی طاقت ہے Electricity ہے۔ یہ کشش ثقل کی براہ راست مرہون منت ہے۔ اگر کشش ثقل نہ ہو تو کوئی چیز اوپر اٹھ کر نیچے نہیں

گرے گی تو طاقت نہیں پیدا کرے گی۔ بارش کا پانی جب گرتا ہے تو پھر اس سے بجلی بنتی ہے۔ وہ گرتا کیوں ہے؟ کشش ثقل کی وجہ سے گرتا ہے۔ لیکن یہ مضمون بہت تفصیلی ہے اس کی بحث میں نہیں میں جاؤں گا۔

میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رحمت کا جو ذکر ہے۔ یہ سب سے بنیادی طاقت ہے۔ جس سے آگے سب طاقتیں پھوٹتی ہیں اور آنحضرت ﷺ ایک ہی نبیؐ ہیں جن کو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ دنیا کی تمام کتب کا آپ مطالعہ کرلیں کہیں بھی کسی نبیؐ کو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ قرار نہیں دیا۔ قوموں کے لئے رحمت تو پیدا ہوئے لیکن عالمین کے لئے ایک ہی نبی تھا جسے رحمت کا مظہر بنا کر بھیجا گیا اور یہی رحمت ہے جس کو شوریٰ کی بناء بنایا گیا ہے، شوریٰ کی بناء قرار دیا گیا ہے۔ اگر رحمت کے بغیر محض عقل کے بندھن ایک قوم کو باندھے ہوئے ہوں تو ان کے مشوروں میں سچا تقویٰ اور دیانت پیدا ہو ہی نہیں سکتے۔ اس کے لئے رحمت اس لئے ضروری ہے کہ اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور وہ آپ سے پوچھے کہ رستہ کون سا ہے تو آپ بے اختیار ہیں۔ آپ کی دیانت کی بحث نہیں ہے، آپ کی محبت کی بحث ہے۔ آپ اسے ضرور صحیح رستہ بتائیں گے، غلط رستے پر ڈال سکتے ہی نہیں۔ ایک ماں اپنے بچے کو غلط مشورہ نہیں دے سکتی۔ لاعلمی اور جہالت کی اور بات ہے، مگر جہاں تک اس کی تمام تر کوشش کا تعلق ہے، وہ سچا مشورہ ہی دے گی۔ پس مشوروں میں سچائی کے پیدا ہونے کے لئے رحمت ضروری ہے ورنہ مشوروں میں سچائی پیدا نہیں ہوسکتی اور اگر مشورے سچائی سے عاری ہوں تو ان میں طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ پس جس طرح کشش ثقل پر آپ غور کریں تو تمام تر طاقتیں بالآخر اسی کشش کی مرہون منت بنتی ہیں۔ اسی طرح محبت ہی کی مرہون منت تمام انسانی تعلقات ہیں اگر وہ صحیح ہیں اور اسی کے تصرف کے نتیجے میں پھر نئی نئی طاقتیں وجود میں آتی ہیں، نئے نئے تعلقات ابھرتے ہیں۔

پس مجلس شوریٰ جو اس وقت ربوہ میں ہو رہی ہے ان کو میں سمجھا رہا ہوں کہ یہ وہ شوریٰ کا مضمون ہے جسے وہ ہرگز کبھی نظر انداز نہ کریں اور ان کے حوالے سے تمام دنیا کی جماعتیں بھی اس بات کو سمجھیں۔ وہ لوگ جو کسی عہدیدار کا عناد لے کر اس کمرے میں داخل ہوتے ہیں جہاں مومن مشورے کے لئے بیٹھے ہیں وہ دودھ میں زہر گھولنے کی خاطر آتے ہیں۔ وہ حقیقت میں اس بات

کے اہل نہیں ہیں کہ اس جگہ داخل ہو سکیں۔ وہاں محض رحمت والے لوگوں کا کام ہے رحمت کے نتیجے میں ہی شوریٰ کا نظام بنتا ہے رحمت کے نتیجے میں ہی یہ نظام زندہ اور دائم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ پس سب سے اہم مشورہ اس آیت کے منطوق کے پیش نظر ربوہ میں جو پاکستان کی مجلس شوریٰ ہو رہی ہے، ان کو میرا یہی ہے کہ اپنے دلوں کو ٹٹولیں کیا ان سب بھائیوں سے آپ کا باہمی محبت کا تعلق ہے یا کچھ کی رائے آپ کو بری لگی ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو تقریر کے لئے آتے ہیں تو آپ بل کھاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اس کے دلائل کا کیا توڑ کروں۔ اگر یہ ہے تو جہاں جہاں ہے وہاں وہاں مجلس شوریٰ کے نظام میں رخنہ پیدا ہو گیا ہے۔ پس اگر تعلقات بگڑے ہوئے بھی ہوں تو خدا کی خاطر ایسے موقع پر جب کہ خدا کے نام پر مشورے کے لئے بلایا جائے اپنے بگڑے ہوئے تعلقات کو باہر پھینک کر آئیں اور اگر ایسا کریں گے اور خدا کی خاطر ایسا کریں گے تو باہر نکل کر بھی آپ کا دل پھر ان کو اٹھانے کو نہیں چاہے گا۔ وہ مکروہ مردہ صورتیں دکھائی دیں گے اور حقیقت میں ایک نیکی دوسری نیکی کو ضرور پیدا کرتی ہے۔

پس اللہ کی خاطر اپنے دلوں کو باہمی رنجشوں سے پاک کریں اور ساری دنیا میں نظام جماعت کی بناء چونکہ شوریٰ پر رکھی گئی ہے اور شوریٰ کا خلیفہ وقت سے وہ رابطہ ہے جو قرآن نے محمد رسول اللہ ﷺ کا مومنوں کی جماعت سے قائم فرمایا تھا اور وہی رابطہ ہے جو زندہ رکھنے کے لائق ہے ورنہ کوئی رابطہ زندہ رکھنے کے لائق نہیں۔ اسی رابطے کے نتیجے میں جماعت کو تقویت نصیب ہوگی، اسی رابطے کے نتیجے میں جماعت کو وحدت نصیب ہوگی، اسی رابطے کے نتیجے میں جماعت کو سرخروئی عطا ہوگی، اسی رابطے کے نتیجے میں جماعت اپنے مسائل پر ایسے غور کرے گی کہ دنیا بھر کی بڑی سے بڑی طاقتیں بھی اس قسم کے پاکیزہ غور سے محروم ہوں گی جو اس چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالیٰ یہ سعادت نصیب فرمائے گا جیسا کہ ہمیشہ فرماتا رہا ہے۔ تو پہلا نکتہ حکمت کا یہ ہے کہ مشوروں سے پہلے اپنے دلوں میں نرمی پیدا کیا کریں اور رحمت کا نمونہ دکھائیں۔

قرآن کریم نے اس مضمون کو ایک اور لطیف انداز میں بھی بیان فرمایا۔ فرمایا جب رسول کی خدمت میں مشورے کے لئے حاضر ہوا کرو تو کچھ صدقہ دیا کرو۔ وہاں صدقے سے مراد ہدیہ بھی ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مثلاً اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور یہ مسلمہ ترجمہ چلا آ رہا ہے، ہدیہ بھی ہے اور اگر کسی غریب کو صدقہ دیا جائے خدا کی رضا کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ صحیح معنوں

میں اپنا مضمون پیش کرنے کی توفیق بخشے اور صحیح مشورہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے تو یہ بھی اس میں شامل ہے اس لئے ہرگز اسے ہدیہ پر محدود نہیں کیا جا سکتا۔ ہرگز لازم نہیں کہ جو بھی پیش ہو وہ ہدیہ دے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بعض لوگوں کو شاید یہ سن کر شاق گزرے تو فرمایاءَ اَشۡفَقۡتُمۡ کیا تم ڈر گئے ہو اس بات سے کہ کچھ دینا ہوگا۔ نہیں دے سکتے، استغفار کرو، کچھ نہ دو۔ مگر وہ دینے میں حکمت کیا ہے۔ وہ حکمت وہی محبت کے رشتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک طبعی محبت کا رشتہ پیدا ہوتا ہے جو دوطرفہ ہے اور دونوں طرف برابر اثر دکھاتا ہے۔ اس مضمون سے ہٹ کر عام انسانی تعلقات پر غور کریں تو آپ کو آسانی سے بات سمجھ آجائے گی۔ جب بھی آپ کسی کو محبت کی وجہ سے تحفہ دیتے ہیں تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس کو زیادہ خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ تحفہ دینے والا کبھی بھی گھٹن محسوس کر کے تحفہ نہیں دیا کرتا۔ وہ تو ٹیکس ہوگا یا چٹی ہوگی۔ تحفے کے اندر محبت کا مضمون ایسا داخل ہے کہ اسے الگ کیا جا ہی نہیں سکتا۔ پس یہ خیال کہ جو تحفہ دیتا ہے وہ دوسرے کو خوش کرتا ہے یہ بالکل سادہ بچگانہ خیال ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ تحفہ دیتا ہے تو اس کو سجاتا اس لئے ہے کہ دوسرا خوش ہو، ورنہ دینے والا خوش نہیں ہوگا۔ پس درحقیقت دینے والے کو اپنی خوشی زیادہ منظور ہوا کرتی ہے کیونکہ اس تحفے کے بدلے وہ پیار جیتنے جاتا ہے اور جانتا ہے کہ پیار ملے گا اس لئے وہ زیادہ پیار لینے کی خاطر تحفے کو اس طرح سجا کر بنا کر پیش کرتا ہے اور نظر رکھتا ہے کہ دیکھیں کیا اثر ہوا ہے اس کا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں ہم آپ کے سامنے کھول کے دکھاتے ہیں کیا چیز ہے۔ یہ کوئی رسمیں نہیں ہیں، دکھاوا نہیں ہے۔ یہ محبت کے رشتے ہیں اور محبت سے ایسی باتیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ سے بھی جہاں مشورہ لینے کا ارشاد ہے۔ وہاں اس مضمون کو پھر داخل فرما دیا گیا اور خدا تعالیٰ سے رشتے باندھنے کے لئے فرمایا اپنا سب کچھ اپنے ارادے کے لحاظ سے اس کے حضور حاضر کر دو۔ التحیّات للّٰہ ہر روز نماز میں ہمیں یہ عہد یاد دلاتا۔ ہر نماز کے تشہد میں ہمیں یہ بات یاد دلائی گئی کہ تم نے خدا سے ایک سودا کیا ہوا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ (التوبہ: 111) کہ اللہ نے سب مومنوں سے ایک ایسا سودا کر لیا ہے کہ اب نہ ان کے اموال ان کے رہے، نہ ان کی زندگیاں ان کی رہیں، سب کچھ خدا کے ہو گئے ہیں۔ پس جب ہو چکے، تو جب چاہے، جتنا چاہے اس میں سے طلب کر لے اور اس مضمون کو فرمایا یہ

تحیّات ہیں، یہ تحفے ہیں، کوئی ٹیکس نہیں ہے۔

پس چندوں کا نظام آپ دیکھیں اس میں ادنیٰ بھی ٹیکس کی بو نہیں ہے۔ ورنہ جو ٹیکس ادا نہ کرے اسے کئی قسم کی سزائیں ملتی ہیں اور پکڑا جاتا ہے، مجبور کیا جاتا ہے۔ مگر چندے کے نظام میں ایک پوری آزادی حاصل ہے۔ جو چاہے قربانی پیش کرے جو چاہے نہ کرے کیونکہ یہ تحفہ ہے۔ اگر خدا سے اتنا سا اس کا تعلق ہے کہ جو کچھ اس نے دیا تھا وہ بھی اس کے حضور لوٹا نہیں سکتا تو اسی حد تک وہ عہد کی پابندی سے الگ ہو گیا اور جو سزا کا تصور ہے وہ صرف بدعہدی کے نتیجے میں طبعی نتائج ہیں حقیقت میں Coercion نہیں ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ جو چندے نہیں دیتا اس کو مجلس شوریٰ میں ووٹ دینے کا حق نہیں، کسی مرکزی عہدے کو سنبھالنے کا حق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کی محبت کے تحفے اس کو اس بات کا اہل بناتے ہیں اس کے نتیجے میں اس کے دل میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور جس سے وہ محبت کرتا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنی جان عزیز کو بھی اس کے حضور میں پیش کر دیتا ہے اپنے کمائے ہوئے مالوں کو بھی جو اسے بہت محبوب ہوتے ہیں اس کے حضور پیش کرتا ہے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو محبت کے رشتوں میں باندھا ہوا ہے اس کا مشورہ قیمتی ہے۔ اس کے مشورے کی قدر ہے۔ اس کے کام میں برکت ہو گی۔ مگر اگر ایسا نہیں کرتا تو خدا کو ایسے شخص کے مشوروں کی ضرورت کیا ہے یعنی خدا والوں کو، اس کا نظام چلانے والوں کو ایسے شخص کے مشوروں کی نہ ضرورت ہے، نہ ان کی نظر میں کوئی قیمت ہے۔ پس اگر یہ سزا آپ سمجھتے ہیں تو یہ ایسی سزا تو نہیں کہ اس کے نتیجے میں وہ پیسے دینے پر مجبور ہو جائے۔

بعض لوگ جو خدمت نہیں کر سکتے چندے نہیں دے سکتے وہ وقت بھی قربان نہیں کرتے، بہت کم ہیں جو ایسا کرتے ہیں کہ چندوں میں ہاتھ روک لیتے ہیں اور وقت کی قربانی کے لئے آ جاتے ہیں۔ ان میں بھی یاد رکھو کہ ان کی وقت کی قربانی محبت کی وجہ سے نہیں ہوتی دکھاوے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں عہدے سنبھالنا ہماری دنیاوی عزت کا موجب ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ہم اگر کاموں میں آگے آئیں گے تو ہماری چودھراہٹ بڑھے گی۔ پس ایسے لوگ ابتلاؤں میں سب سے پہلے مارے جاتے ہیں۔ اسی لئے میں جماعت کو بار بار نصیحت کرتا ہوں کہ خدمت کے کام لیں لیکن یاد رکھیں جو خدا کی راہ میں مالی قربانی کرتا ہے وہی وفادار ہے وہی وقت پر آپ کے کام آئے گا ورنہ

ویسے چودھراہٹ کے لئے آگے آنے والے ہر ابتلا میں ٹھوکر کھا سکتے ہیں اور بنیادی طور پر ٹھوکر کھائے ہوئے لوگ ہیں۔ وہ فتنوں میں مبتلا لوگ ہیں جن سے آپ کام لے کر دھوکہ کھا رہے ہیں کہ گویا وہ خدا کی خاطر خدمت کر رہا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات میں نے عملاً اس غرض سے جائزہ لیا ہے کہ وہ لوگ جو منافقانہ رنگ رکھتے تھے جن کے نفاق ننگے ہوئے ان کی مالی قربانی کا جائزہ لیا تو صفر نکلا یا اتنا معمولی کہ گویا وہ سانس اٹکانے کی خاطر کچھ دے رہے ہیں مگر سخت مجبوری کے پیش نظر۔ اور اس کی مثال ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں جب بھی کوئی ابتلا آیا ہے میں نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے ریکارڈ نکلوائے اور دیکھا تو پتا چلا کہ پتا نہیں کیوں دھوکے کی وجہ سے کسی کو پتا ہی نہیں چلا کہ یہ تو خالی کھوکھلے لوگ تھے ان سے کام لینا ہی نہیں چاہئے تھا۔ ان کے سپرد اہم ذمہ داریاں کرنی ہی نہیں چاہئیں تھیں۔ مگر لاعلمی میں یا بظاہر بعض دفعہ کسی کی شان و شوکت ایسی ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ اتنا مخلص آدمی ہوسکتا ہے بھلا کہ یہ قربانی میں پیچھے ہو اس لئے مزید جستجو ہی نہیں کی جاتی اور ان کو کاموں میں قبول کر لیا جاتا ہے اور جب وقت آتے ہیں تو ان کے کاموں میں خلاء نکلتے ہیں، ان کے کاموں میں کمزوریاں رہ جاتی ہیں۔ بعض دفعہ ان کے جماعت کے نام پر کئے ہوئے معاہدوں میں ایسے رخنے ملتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص جو محبت کی وجہ سے خدا کی خاطر قربانی دینے والا ہو وہ بے اعتنائی سے وہ معاہدے کر ہی نہیں سکتا۔ ایک ایک پیسے کی خاطر اس کی جان نکل رہی ہوتی ہے۔ اپنی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی خاطر کہ میں خدا کا امین ہوں کہیں کوئی ایسا سودا نہ ہو جائے جس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچے۔ تو یہ سارے مضامین آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

پس شوریٰ کے لئے دوسرا مشورہ یہ ہے اور بڑا اہم ہے کہ جو خدا کی خاطر قربانیاں دینے والے ہیں ان کو آگے لایا کریں اور اپنی سوچوں میں اس مضمون کو ہمیشہ داخل کریں کہ انتخاب کرتے وقت محض ظاہری طور پر اچھے، سمجھدار لوگ آپ کے پیش نظر نہ رہیں۔ یہ دیکھا کریں کہ ان میں ٹھوس خدمت کرنے والا، تقویٰ سے مشورہ دینے والا کون ہے اور کس کا سب کچھ خدا کے لئے حاضر رہتا ہے۔ وہ غریب ہو یا امیر ہو کالا ہو یا گورا ہو یہ بحثیں بالکل بے تعلق ہیں۔ پس جو خدا کو تحفے دیتا ہے جس کے التّحیّات للّٰہ خدا کے حضور اس کا ایک تعلق قائم کرتے ہیں وہ زیادہ اہل ہے کہ وہ مشورے دے۔ پس مجلس شوریٰ میں انتخاب کے وقت جانی اور مالی قربانیاں دونوں ہی پیش نظر رہنی چاہئیں

اور عادتاً اس کا مزاج دیکھنا چاہئے کہ یہ عبد بن چکا ہے کہ نہیں۔ ایسے عباد جو ہیں جب وہ مشورہ دیں گے تو پھر لازماً ان مشوروں میں وقعت پیدا ہو گی ان کے اندر قدر و قیمت ہو گی کیونکہ یہ مشورے محض قانون سازی نہیں بلکہ ان کے اندر کچھ اور مضمون ہے۔

اب بقیہ نصیحتوں سے پہلے میں اس مضمون کو آگے بڑھاتا ہوں۔ یہ مشورے ہیں کیا، ان کی حیثیت کیا ہے۔ فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ یہ لوگ جو ہیں جن سے تجھے پیار ہے تیرا دل ان پر جھکا ہوا ہے کیونکہ تو نے خدا کی رحمت سے حصہ پایا ایسا حصہ پایا کہ کبھی کسی اور نے نہیں پایا تو تمام وہ عالم جو خدا کی مخلوق ہے جو خدا کی رحمت سے کسی نہ کسی رنگ میں حصہ پاتا ہے وہ سارا عالم تیری رحمت کے تابع کر دیا گیا۔ پس ان سے وہ سلوک کر جو اللہ تعالیٰ اپنے پاک اور اپنے پیارے بندوں سے کرتا ہے خواہ وہ گنہگار بھی ہوں۔ فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ان کو بخش دے۔ ان سے عفو کا سلوک کر اور ان کے لئے بخشش طلب کر۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور اللہ تعالیٰ میں جو ایک ایسا فرق ہے جو خالق اور مخلوق میں ہے جو رحمت کے اکٹھا ہونے کے باوجود لازماً رہے گا وہ استغفار کا مضمون ہے۔ جو خدا کے گناہ (حقوق اللہ) ہوتے ہیں ان کو نبی بخش نہیں سکتا۔ نبی اپنے خلاف باتوں کو نظر انداز فرما دیا کرتا ہے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ کا مطلب یہ ان سے جو کمزوریاں لاحق ہوتی ہیں جہاں تک ممکن ہو نظر پھیر لیا کر، پرواہ نہ کیا کر کیونکہ جب پیار ہو تو ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ایک ماں کا محبوب بچہ ہو اس سے برتن ٹوٹ بھی جائے تو ماں دوسری طرف دیکھ لیتی ہے۔ کوئی اور کام ایسا سرزد ہو جائے جسے بعض دوسرے کبھی نظر انداز نہیں کر سکتے جان بوجھ کر وہ غفلت دکھاتی ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں ہوا تو یہ حصہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس معاملے میں کوئی مابہ الامتیاز بندے اور خدا کے درمیان نہیں۔ فرمایا تجھے محبت ہے ہم جانتے ہیں تجھے ان سے پیار ہے تو ان پر جھک گیا ہے لِنْتَ لَهُمْ بہت ہی عظیم مضمون ہے۔ تیرا دل نرم پڑ چکا ہے ان کے لئے، تو ان پر اس طرح بچھا جا رہا ہے جیسے ماں بچے پر بچھتی ہے اس لئے عفو کی حد تک جہاں تک ممکن ہے ان سے یہ سلوک کر۔ لیکن ان سے ایسی غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں جو خدا کو ناراض کر دیں۔ پس ہمیشہ ان کے لئے بخشش طلب کرتا رہ۔

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اب باری آئی ہے شوریٰ کی۔ وہ لوگ جن سے ایسا پیار ہو، جن

کی اس طرح تربیت کی جارہی ہو، جن کے لئے دعائیں مانگی جارہی ہوں، جن کی کمزوریوں سے جہاں تک ممکن ہے صرف نظر کیا جارہا ہو ان سے مشورہ مانگ فِي الْاَمْرِ۔ الْاَمْرِ کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے اہم معاملات میں۔ ورنہ روز مرّہ کی ہر بات میں تو مشورہ نہیں چل سکتا۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ لیکن ان کے مشورے کی حیثیت مشورے ہی کی ہے۔ امر تیرے پاس ہے۔ خدا کی طرف سے تو مجاز بنایا گیا ہے۔ پس جب یہ مشورہ دے بیٹھیں تو فیصلہ ان کا نہیں تیرا چلے گا۔ فَاِذَا عَزَمْتَ پس جب تو ایک فیصلہ کر لے فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ تو توکل پھر اللہ پر کرنا ہے، ان پر نہیں کرنا۔ ان پر توکل نہیں کرنا، اللہ پر توکل کرنا ہے اس میں ایک اور مضمون ہے جو ان الفاظ کے لباس میں لپٹا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس نے آخری فیصلہ کرنا ہے وہ پابند تو نہیں کہ بات مانے۔ وہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چند آدمیوں کی مان لے اور اکثر کی ردّ کر دے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب کی ردّ کر دے مشورہ کرے اور کہے میں اس کو درست نہیں سمجھتا جو کچھ تم نے کہا ہے غلط ہے میں اب فیصلہ کروں گا۔ تو مراد یہ نہیں کہ مشورہ بے کار تھا۔ مراد یہ ہے کہ ہر مشورہ دینے والا اپنی ایک عقل و فہم رکھتا ہے اور نسبتاً کم عقل و فہم رکھنے والوں کی اکثریت بھی ہو جائے تو ممکن ہے ایک اکیلا شخص جو ان میں سے ہر ایک سے زیادہ عقل و فہم رکھتا ہو اس کا فیصلہ ان سب پر غالب ہو۔ اس لئے بسا اوقات ایک عقل مند کی بات دوسرے نسبتاً کم عقل مندوں کی بات پر حاوی ہو جاتی ہے باوجود اس کے کہ کم عقل مندوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ ایک طبعی امر ہے، ایک حسابی امر ہے، اس میں کسی وہم کا کوئی شائبہ تک نہیں، حقیقت ہے۔ ہر بات ہر شخص کو سمجھ نہیں آتی لیکن ایک صاحب فہم آدمی کی جب دوسرے نسبتاً کم فہم لوگ مدد کرتے ہیں تو اس کی فہم میں ان کی فہم کے مثبت پہلو شامل ہو جاتے ہیں اور وہ اور زیادہ جلاء کے ساتھ، اور زیادہ بلند مقام پر فائز ہوتے ہوئے فیصلے کی اہل بنتی ہے۔ پس مشورہ بے کار نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ صاحب عقل ہیں، سب سے زیادہ اولوالالباب میں آپ کا مقام ہے اس لئے آپؐ کو مشورے کی ضرورت نہیں۔ مشورے کی ضرورت اس لحاظ سے ہے کہ عقل کل صرف اللہ ہے اور اس کے نیچے آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ عقل سے حصہ پایا لیکن اور بھی ہیں جو اولوالالباب ہیں کثرت سے ان کا وجود موجود ہے خاص طور پر غلامان محمد مصطفی ﷺ میں اولوالالباب کی کثرت تھی۔ ان سے بھی پوچھو، ہو سکتا ہے

بعض باتوں پر تمہاری نگاہ نہ پڑی ہو یا بعض باتیں تمہیں معلوم نہ ہوں جو ان کو معلوم ہیں۔

اب یاد رکھیں مشوروں میں صرف عقل کام نہیں کیا کرتی علم کا بھی ایک تعلق ہے۔ Facts جو Feed کر رہے ہیں ان Facts کے مطابق کمپیوٹر فیصلہ کرتا ہے۔ کیسا ہی اعلیٰ کمپیوٹر کیوں نہ ہو اگر اس میں بعض Facts ڈالے ہی نہ گئے ہوں تو بعید نہیں کہ اس کا فیصلہ غلط نکلے۔ تو مشورے میں صرف عقل کا مقابلہ نہیں ہے۔ مجموعی علم کا بھی سوال اٹھتا ہے اور عالم الغیب چونکہ صرف خدا ہے اور کوئی رسول بھی عالم الغیب نہیں اس لئے تمام وہ اولوالالباب جن کی عقلیں تقویٰ کی وجہ سے صیقل کی جا چکی ہیں اور مختلف زاویوں سے مختلف باتوں کا علم رکھتے ہیں وہ سب جب اکٹھے ہوں گے تو اپنے اپنے علم کو اپنی اپنی عقل کے ساتھ ملا کر کچھ باتیں پیش کریں گے۔ صاحب تقویٰ ہیں اس لئے جان بوجھ کر کسی غلط بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ سے محبت رکھتے ہیں، رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں، اس لئے جان بوجھ کر ان کو غلط رستے پر چلانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان حالات میں مجلس شوریٰ بنتی ہے اور مجلس شوریٰ پر عمل ہوتا ہے اور پھر جو بات کی جاتی ہے اس کے بعد جس کو مشورہ دیا جائے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی بات ہو رہی ہے اس وقت فرمایا کہ مشورے کو سننا ہے، فیصلہ تو نے کرنا ہے اور چونکہ بعید نہیں کہ تیرا فیصلہ ان سب سے جدا ہو اس لئے پھر خوف نہیں کرنا کہ اتنی کثرت رائے کو میں نے رد کر دیا ہے تو میرے فیصلے پر عمل کیسے ہوگا، کیسے میں کامیاب ہوں گا۔ فرمایا یہ اللہ کی باتیں ہیں، اللہ ہی والی ہے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ پس فیصلہ کرتے وقت ادنیٰ خیال بھی اکثریت کا یا بندوں کا، اپنے مشیروں کا دل میں نہیں لانا کیونکہ وہ شرک ہے پھر۔ فیصلہ چونکہ تو نے اللہ کی خاطر کیا ہے اس لئے توکل علی اللہ ہی ہوگا اس کے سوا توکل کسی پہ تصور کیا جا ہی نہیں سکتا اور توکل کا مطلب ہے کہ ضرور اللہ تیری مدد فرمائے گا۔ اللہ توکل کرنے والوں کو خالی نہیں چھوڑا کرتا۔ تو اس رنگ میں جو بھی فیصلے جماعت احمدیہ کرتی ہے۔ چونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں جس زمانے میں جو بھی امیر بنایا گیا ہو اسی کو مشورے پیش ہوں گے اور اس کو یہ اختیار ملتا ہے پھر کہ چاہے تو فیصلے کو قبول کرے چاہے تو رد کر دے اور اگر رد کرے گا تب بھی خدا اس کا سہارا بنے گا۔ اگر قبول کرے گا تب بھی توکل اللہ پر ہوگا، اکثریت پر نہیں ہوگا۔ اس طرح فیصلوں میں وہ برکت پڑتی ہے جس کا دنیا والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی سے اس کی بہت سی مثالیں ہیں

مگر اس آیت کو پہلے میں مکمل کرلوں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اب محبت کی بات میں نے شروع کی تھی دیکھیں بات بھی محبت پر ہی ختم ہوئی ہے۔ رحمت کا مضمون جیسے میں سمجھا تھا اگر وہ درست نہ ہوتا تو آخر پر محبت کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متوکلوں کو خدا ضائع نہیں کرتا۔ فرمایا یہ سب توکل کرنے والے محبت کے رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ رحمت کے نتیجے میں ان میں یہ صفات پیدا ہوئی ہیں۔ رحمت کے نتیجے ہی میں فیصلہ ردّ ہونے کے باوجود ذرا بھی دل پہ میل نہیں آتا۔ فیصلے دیئے بہت سوچ بچار کے دیئے بعض دفعہ لمبی لمبی تقریریں کیں اور آخر پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ نہیں یہ درست ہے، مجال ہے جو کسی دل پہ میل آ گئی ہو۔ تو یہ محبت کے رشتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے توکل کیا، محبت کے نتیجے میں سارے تمہارے کاروبار تھے، میں بتاتا ہوں کہ اللہ متوکلین سے محبت کرتا ہے اور چونکہ توکل کے امر میں محمد رسول اللہ ﷺ واحد کے طور پر مخاطب ہیں اس لئے متوکلین کہہ کر سب کے لئے خوش خبری تو ہے مگر بطور خاص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے خوش خبری ہے اے توکل کرنے والے یاد رکھ کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تیرا ساتھ چھوڑ دوں اور تجھ پر دوسروں کو ترجیح دے دوں۔ پس یہ وہ اسلامی مجلس شوریٰ ہے جسے ہم نے ورثے میں پایا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ یاد رکھو جب اللہ نے فیصلہ کر لیا تمہاری مدد کا تو کوئی دنیا کی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اگر تم نے سب باتیں خدا کی خاطر نہ کیں، توکل خدا پر نہ رکھا اور خدا نے تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تو پھر کوئی دنیا کی طاقت تمہاری مددگار نہیں بن سکتی۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وہاں توکل صیغہ واحد میں محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا یہاں مومنوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اس مثال کے بعد ہو کیسے سکتا ہے کہ خدا کے سوا کسی اور پر توکل کرو یا خدا پر توکل نہ کرو۔ تم نے اپنے سامنے ایک توکل کرنے والے کا حال دیکھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اعلان عام فرما دیا کہ اللہ متوکلوں سے محبت کرتا ہے اور محبت کا ثبوت لمحہ لمحہ اس کی زندگی میں تمہارے سامنے ہے۔ پس اس سارے ماجرے کے بعد جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو خدا تم سے یہی توقع رکھتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ کہ اللہ ہی پر تمام توکل کرنے

والے توکل کریں۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جو مشوروں کے واقعات ہیں۔ ان کی تفصیل میں جانے کا وقت تو نہیں مگر ہر قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ کہیں آپ نے ایک خاتون سے مشورہ کیا ہے، کہیں چند صحابہؓ سے مشورہ کیا، کبھی پوری جماعت سے مشورہ کیا ہے۔ صلح حدیبیہ کے وقت پوری جماعت سے مشورہ کیا اور پوری جماعت کے فیصلے کو رڈ فرما دیا۔ سب نے متفق علیہ یہ فیصلہ کیا اور مشورہ دیا کہ اہل مکہ اجازت دیں یا نہ دیں، تلواریں چلتی ہیں تو چلیں، خون بہتا ہے تو بہے لیکن حج کے ارادے سے ہم نکلے ہیں حج کر کے چھوڑیں گے یہ ہمارا مشورہ ہے، یا رسول اللہ ﷺ! آگے قدم بڑھائیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہوگا۔ آپؐ اللہ کی منشاء کو زیادہ سمجھتے تھے۔

پس اللہ پہ توکل کا ایک یہ بھی معنٰی ہے کہ خدا کی منشاء پر نظر رکھا کرو اور جو فیصلہ بھی تم رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کرو گے اور انسانی رضا کو چھوڑ دو گے اور اکثریت کو رد کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہو گے محض اس لئے کہ اللہ کی رضا دوسری طرف ہو تو اللہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور صلح حدیبیہ میں یہ اس کی مثال ہے۔ خلفاء کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال ہے کہ آنحضورؐ کے وصال کے بعد جب ارتداد کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا، اس کا نام طوفان ارتداد ہے مگر دراصل وہ ٹیکس چوری کا مسئلہ تھا۔ وہاں التحیات للّٰہ کی بحث نہیں تھی وہاں یہ بحث تھی کہ خدا نے جو سٹیٹ کے لئے اور قومی کاموں کے لئے بطور فرض زکوٰۃ مقرر کی ہے اس سے وہ انکار کر بیٹھے تھے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر ایک حیرت انگیز عزم کا مظاہرہ کیا ہے جو انسانی تاریخ میں انبیاءؑ کے بعد آپ کو اور کہیں دکھائی نہیں دے گا۔

اس موقع پر ایک لشکر ایسا تھا جس کی سرداری ایک غلام ابن غلام حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے سپرد کی گئی تھی اور یہ لشکر شام کے لئے روانہ ہونے والا تھا اور خود آنحضرت ﷺ نے اس لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا تھا اور اس کی منزل بہت دور تھی۔ اتنی دور کہ اگر پیچھے کوئی خطرناک واقعہ ہوتا تو کانوں کان بھی ان کو خبر نہ ہوتی کہ پیچھے کیا ہو گیا ہے، مدد کے لئے واپس لوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ تمام صحابہؓ نے بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ اس موقع پر نہ بھجیں بہت خطرناک حالات ہیں، کیسے ممکن ہے کہ اتنے بڑے جوان اور آزمودہ سپاہی ہم سے نکل جائیں اور پھر ہم باقیوں

کا مقابلہ کر سکیں گے۔ بہت خطرناک حالات ہیں اس کو Postpone کر دیں، ٹال دیں اس کے وقت کو۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو جواب دیا حیرت انگیز ہے۔ فرمایا ابن ابی قحافہ کی مجال کیا ہے کہ جو فیصلہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری فیصلہ ہو، آپؐ کی کرسی پر بیٹھ کر میں پہلا فیصلہ اس فیصلے کو منسوخ کرنے کا کروں۔ میں ہوتا کون ہوں۔ اس پر آپؓ قائم رہے اور سارے صحابہؓ کا فیصلہ رد کر دیا۔

اگر مجلس شوریٰ کا یہ تصور ہوتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو اختیار تھا مگر آپؐ کے مسند پر بیٹھے ہوئے، آپؐ کے غلاموں کو اختیار نہیں ہے، تو صحابہؓ اُٹھ کھڑے ہوتے۔ کہتے ابوبکرؓ ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فوقیت رکھنے والے حق کو تو تسلیم کر لیا تھا، مگر تیرے حق کو تسلیم نہیں کریں گے۔ ہمارا سوچا سمجھا اکثریت کا فیصلہ ہے، تجھے ماننا ہوگا۔ کبھی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں ہوا اور حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ چلا اور آپؓ نے اس کے ساتھ جو الفاظ بیان فرمائے، اس سے آپؓ کا توکل ظاہر ہوتا ہے۔ کیسے میں اس فیصلے کو بدلوں۔ اگر تم کہتے ہو کہ نقصان ہے تو خدا کی قسم اگر مدینے کی گلیوں میں مسلمان عورتوں کی لاشیں بھی کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں یہ فیصلہ نہیں بدلوں گا، کیونکہ میرے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری فیصلہ تھا۔ ایسے لوگ ہیں جو توکل کرتے ہیں خدا پر اور ایسے لوگ ہیں جن کے توکل کو خدا سچا کر دکھاتا ہے۔

پس یہ روح لے کر مجلس شوریٰ کو ہمیشہ زندہ رکھیں، اسی روح کے ساتھ مجلس شوریٰ زندہ رہے گی۔ متقی لوگوں کو چنیں۔ ان لوگوں کو چنیں جو خدا کے حضور محبت کے ہدیئے پیش کرتے ہیں۔ جن کی نہ جانیں اپنی رہیں نہ ان کے مال اپنے رہے وہ تمام تر خدا کے ہو گئے۔ پھر نہ دنیا کی پرواہ کریں، نہ دنیا کی خیر یتوں کی پرواہ کریں محض اللہ کی خاطر فیصلے کریں اور یہ فیصلہ جب منظور ہو تو تمام تر آپ کی جانیں آپ کے دل اس کی منظوری کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جب یہ فیصلہ رد ہو تو تمام جان اور تمام دل کے ساتھ اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کے رد کرنے پر اکٹھے ہو جائیں۔ یہ وہ طبعی مجلس شوریٰ ہے جس کے بعد پھر دل پھٹ نہیں سکتے۔ امتِ واحدہ کو پھر کوئی ٹکڑے ٹکڑے کر کے الگ نہیں کر سکتا۔ اور لِنۡتَ لَهُمۡ کے اندر اس کی جان ہے۔ آپ بھی آپس میں محبت رکھیں اور پیار کے رشتوں پر کسی نفرت کے رشتے کو غالب نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اللہ تعالیٰ جماعت کی اس مجلس شوریٰ کو ہمیشہ زندہ رکھے کیونکہ اس شوریٰ ہی میں جماعت احمدیہ کی جان ہے۔

اب میں کچھ اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ انسانی زندگی بھی شب و روز کی طرح سیاہ و سفید کے دھاگوں میں بٹی ہوئی ہے۔ رات اور دن دو سفید اور سیاہ دھاگے ہیں۔ انسانی زندگی میں غم اور خوشی، کامیابیاں اور بعض پہلوؤں سے ناکامیاں یہ دور رہے ہیں جن کے ساتھ انسانی زندگی بٹی ہوئی ہے۔ پس بیک وقت غم کی بھی خبر ہوتی ہے خوشی کی بھی خبر ہوتی ہے مومن کا کام یہ ہے کہ راضی برضا رہتے ہوئے اپنے قدم ہمیشہ آگے بڑھاتا رہے۔ نہ کسی غم کی وجہ سے اس کے قدم رکیں، نہ کسی خوشی کی وجہ سے اس کے اندر سہل انگاری پیدا ہو اس کے اندر جھوٹے فخر و مباہات کے زہر اس کے عزم کو کمزور نہ کر سکیں۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جسے ہمیں سمجھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں جماعت احمدیہ یو۔ کے کے لئے اور ان کے حوالے سے سب دنیا کے لئے یہ خوش خبری پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسجد کی زمین جس کے متعلق بہت جھگڑے اٹھے، بہت مخالفتیں ہوئیں، کوشش کی گئی کہ ہمیں اس حق سے محروم کر دیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ آخری Deel طے ہوگئی ہے، پیسے ادا ہو گئے، امیر صاحب نے آج آ کر خبر دی ہے کہ وہ قبضہ لے آئے ہیں ماشاء اللہ۔ بہت ہی اہم جگہ ہے شہر کے اندر گھری ہوئی اور بہت وسیع جگہ، بہت بڑی عمارت ہے، حفاظتی انتظامات خدا کے فضل کے ساتھ سارے ہیں، ایسی مضبوط چار دیواری ہے جسے اگر عام جگہ لی جاتی تو کونسل نے ہمیں ایسی بنانے کی اجازت ہی نہیں دینی تھی کیونکہ انڈسٹری وہاں تھی اس لئے اس کی حفاظت کے لئے کونسل مجبور تھی اور پھر خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ تمام حفاظتی نظام جو بہت قیمتی نظام اس کمپنی نے قائم کیا ہوا تھا وہ سب کل پرزے ہر چیز ہمارے سپرد کر کے وہ الگ ہو گئے ہیں۔ ہمیں تو اللہ کی حفاظت ہی ہے مگر جو دنیا کا نظام ہے حفاظت کا وہ بھی خدا کے فرمان کے مطابق ہمیں اختیار کرنا ہوتا ہے۔ پس اللہ کے فضل سے بہت ہی اچھا سودا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور تمام دنیا کی جماعتوں کو بھی مبارک کرے۔ اس کے ساتھ جو خدشات لاحق ہیں، اگر کوئی ہیں، تو اللہ خود ہی ان سے نپٹے اور جماعت کو ہر گزند سے محفوظ رکھے اور جو اچھی باتیں اور امید افزاء باتیں وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہماری توقعات سے بھی زیادہ بڑھا دے۔

جو غم کی خبر ہے وہ اکثر پہنچ ہی چکی ہوگی دوستوں کو، ہمارے زندہ بھائیوں میں سے سب سے بڑے بھائی کی بیگم اور زندہ بھابیوں میں سب سے بڑی بھابھی کا کل انتقال ہوا ہے۔ حضرت سیدہ آمنہ، سیدہ ان معنوں میں کہ عزت کے لحاظ سے کہہ رہا ہوں ورنہ وہ ذات کے لحاظ سے پٹھان

تھیں۔آمنہ طیبہ ان کا نام تھا۔ میری چھوٹی پھوپھی جان کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ہمارے دوسرے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ان کا رشتہ ازدواجی تقریباً پچاس سال سے زیادہ عرصے پر پھیلا ہوا ہے اور مثالی رشتہ تھا یعنی سارے خاندان میں اگر کسی کو کوئی مثالی رشتہ پیش کرنا ہو تو ان کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔میاں بیوی کے آپس میں تعلقات بگڑتے بھی ہیں یعنی وقتی طور پر رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں مگر ان کی رنجشیں کبھی دکھائی نہیں دیں۔بہت ہی گہرے فہم کے ساتھ اور باہم افہام تفہیم کے ساتھ اگر کوئی کبھی آپس میں رنجش ہوئی ہے تو خود ہی اندر ہی طے کر لیا گیا لیکن جہاں تک ایک مثال کا تعلق ہے مجھے آج تک کبھی یاد نہیں کبھی بھی میں نے ان کو ملتے ہوئے اس طرح دیکھا ہو یعنی دعوتوں میں یا باہر گھروں میں یا ہمارے وہاں جانے پر یا ان کے ہمارے ہاں آنے پر کہ ان کے چہروں پر کبھی بھی کوئی رنجش کے آثار ہوں۔اس پہلو سے بہت مثالی رشتہ تھا۔اور ان کا نام آمنہ تھا اور طیبہ اور امر واقعہ یہ ہے کہ آمنہ حقیقی معنوں میں آمنہ تھیں۔طیبہ حقیقی معنوں میں طیبہ تھیں۔شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جس کے متعلق انسان اس وثوق کے ساتھ کہہ سکے کہ اس نے اپنے خاوند کی ہر امانت کا حق ادا کیا ہے اور ہر طیب بات، کسی بھی طیب بات میں وہ چوکی ہو۔عقل کا مجسمہ، بہت ہی سلجھی ہوئی طبیعت اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان کی تمام خوبیوں کی وارث اور حضرت چھوٹے پھوپھا جان نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ کی خوبیوں کی بھی وارث تھیں۔آخری دنوں میں یعنی پچھلے عرصے سے یہ تشویشناک خبر مل رہی تھی کہ ان میں کمزوری بہت پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے گرنے لگ گئی تھیں اور اس کی وجہ سے بہت تشویش تھی کہ خدانخواستہ کہیں ایسی حالت میں گریں کہ ہڈی ٹوٹ سکتی ہے۔تو جہاں تک زندگی کے ان لمحات کا تعلق ہے آپ کے لئے تو یہ وقت خدا تعالیٰ نے جس وقت واپس بلایا ہے یہ بہر حال رحمت ہی تھا اور خدا کا کوئی فیصلہ بھی ایسے لوگوں کے لئے رحمت کے بغیر نہیں ہوا کرتا مگر جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لئے بہت بڑا ابتلاء ہے۔خاص طور پر ہمارے بھائی کے لئے، ان کے لئے دعا کریں ان کی مجھے بہت فکر ہے کیونکہ بے حد محبت کی بات نہیں تھی، ایک دوسرے پر ایسا سہارا تھا کہ ناممکن تھا کہ ایک دوسرے کے بغیر رہ سکیں۔یہی کیفیت ان کی ہے وہ بے اختیار ہیں اس معاملے میں۔بڑے صابر ہیں، حوصلے والے ہیں، صاحب عزم ہیں مگر وہی بات محبت کے اوپر بس کس کا ہے، بے اختیاری کے معاملات ہیں۔ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ان کے بچوں کو

اللہ تعالیٰ ان میں بھی وہ ساری خوبیاں جاری کرے اور ان کا خود رفیق ہو بھائی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا۔ ان کا ساتھی بنے ان کا رفیق ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی باقی زندگی صحت و عافیت کے ساتھ اور اپنے بچوں کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی رکھتے ہوئے گزارے۔

اور ان کے علاوہ کچھ اور بھی ایسے جنازے ہیں جن کے متعلق کچھ کی درخواست تھی، کچھ کے متعلق میرے دل میں خود ہی خواہش پیدا ہوئی اور جن کی درخواستیں تھیں یہ، وہ وہ درخواستیں ہیں جو میرے منع کرنے سے پہلے آ چکی تھیں اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انہوں نے میرے منشاء کو جاننے کے باوجود پھر بھی درخواستیں بھیجی ہیں۔ پس ان کے جنازے بھی اس جنازہ غائب کے ساتھ جو آج عصر کی نماز کے بعد پڑھا جائے گا۔ جنازہ غائب میں ان کو بھی شامل کیا جائے گا جس کی لسٹ میں سناتا ہوں۔ مکرمہ امۃ الحمید بیگم صاحب اہلیہ مکرم خان ثناء اللہ خان صاحب مرحوم عمر 96 سال۔ حضرت مولوی شیخ محمد صاحب آف لاہور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور ہمارے امیر صاحب یو۔ کے آفتاب احمد خان صاحب کی والدہ تھیں۔ آخر وقت تک ان کے ذہن اور دل ایسے روشن تھے کہ ادنیٰ سا بھی عمر کا سایہ اس پر نہیں آتا تھا، کسی وقت بھی، ہمیشہ حاضر دماغ، روشن دماغ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر قلبی اور ذہنی صحت عطا فرمائی تھی۔

دوسری بلقیس بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب مرحوم۔ یہ موصیہ تھیں۔ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب کا نام بھی بہت جماعت میں معروف ہے، بہت بزرگ انسان تھے۔ مکرمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ والدہ مکرم عطاء الرحمٰن صاحب غنی آف لاہور، میاں اٹو کہتے تھے ہم میاں عطاء الرحمٰن کو۔ بہت ہی پیاری شخصیت، بہت محبت کرنے والی اور ساری اولاد ہی بہت نیک اور نیک مزاج ہے۔ ان کی والدہ امۃ الرحمٰن بھی خدا کے فضل سے لمبی عمر پا کر فوت ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نواسی تھیں۔ حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی بیوی سے آپ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی نواسی تھیں۔

ایک اور نام ہے زبیدہ پروین، پروین تو میں نے پہلی دفعہ سنا ہے آپا زبیدہ کہتے تھے ہم ان کو۔ میجر سردار بشیر احمد خان صاحب کی بیگم، مالیر کوٹلے کے خاندان سے، مگر ان کا جو اصل اعزاز ہے وہ اس بات میں ہے کہ محمد خان صاحبؓ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے نرم سلوک کیا جائے اور ان سے بہت ہی محبت اور پیار کا سلوک فرمایا، ان کو اہل بیت میں سے

ہونے کا خطاب دیا۔ یہ ان کی صاحبزادی تھیں اور ہمارے چھوٹے بھائی مرزا اظہر احمد کی ساس بھی تھیں۔ (مرحومہ دراصل مکرم مرزا اظہر احمد صاحب کی ساس کی ہمشیرہ تھیں۔ خطبہ جمعہ میں سہواً حضور کی زبان سے ساس کا لفظ ادا ہوگیا۔ اس بارہ میں حضور نے بعد کے ایک خطبہ میں وضاحت فرمائی ہے۔ مرتب)

اور ایک حمید احمد صاحب لائلپوری جولندن کے ہیں ان کا وصال غالباً پچھلے جمعہ سے پہلے بدھ کو ہوا ہے یا منگل کو ہوا ہوگا۔ مجھے پیغام ان کی طرف سے ملا تھا کہ میرا جمعہ کے دن جنازہ پڑھانا۔ تو آج اتفاق ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل کی خواہش اس طرح پوری ہو رہی ہے کہ جمعہ کے دن ہی نماز جنازہ ہو رہی ہے اس میں میں ان کو بھی شامل کر رہا ہوں۔ یہ عصر کی نماز کے بعد نماز جنازہ غائب ہوں گے۔

آج جمعہ اور عصر کو جمع کرنے کا آخری دن ہے اس سردیوں کا۔ آئندہ سے یاد رکھیں چونکہ وقت بدل جائیں گے اور گرمیوں کا موسم شروع ہو چکا ہوگا اس لئے جمع کرنے کی کوئی جائز مجبوری نہیں۔ تو اس جمعہ کے بعد آئندہ جمعہ اپنے وقت پہ جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا جمعہ کی نماز جمعہ کی رہے گی اور عصر کی نماز اپنے وقت پر بعد میں ادا کی جائے گی۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

ایک منٹ ٹھہریں، ایک اور اعلان ہونے والا ہے۔ جو MTA ہے اس کے متعلق۔ چونکہ مضمون نے وقت لے لیا اور جیسا کہ حق تھا مضمون کا وقت لینا ہی چاہئے تھا ابھی بہت سی باتیں رہ بھی گئیں اس لئے زائد دوسری باتوں کا وقت نہیں مل سکا۔ انشاء اللہ کل یا پرسوں سے غالباً کل ہی سے ہمارا MTA انٹرنیشنل کا جو دوسرا نظام ہے وہ پورے عالمی نظام کے طور پر شروع ہو جائے گا۔

امریکہ سے بھی رابطہ بحال ہو جائے گا، چوبیس گھنٹے کا نظام ہوگا لیکن میں یہ آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ شروع میں جیسا کہ Teething problems ہوتی ہیں دانت نکالنے کی ایک مہینہ، ڈیڑھ مہینے تک زیادہ سے زیادہ کچھ مشکلات درپیش ہوں گی۔ مثلاً اب جب یہ شروع ہو رہا ہے تو باوجود اس کے کہ وہ بڑا ڈش انٹینا جس سے ہم نے اس پروگرام کو اٹھانا تھا وہ تیار تھا، آ رہا تھا مگر کسی قانونی دقت کی وجہ سے اس کو یہاں پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے گی دو تین دن اور لگیں گے۔ اس عرصے میں جو موجودہ نظام ہے اس کے انٹینا کو ہی غیر معمولی طاقت دے کر اور جو عالمی کمپنی سیٹلائیٹ کی ہے

اس نے یہ تعاون کیا ہے کہ وہ ان سیٹلائیٹس کو بھی زیادہ سے زیادہ طاقت دیں گے اس لئے اس وقتی خلا کو پر کرنے کی خاطر یہ انتظام ہے کہ جب تک اصل انٹینا جو ہونا چاہئے وہ نہیں پہنچتا موجودہ انٹینا سے ہی پروگرام اٹھایا جائے گا۔ اس لئے اہل امریکہ ہوں یا دوسرے لوگ وہ جب اگر اس میں کوئی ہلکی سی دھند پائیں یا کوئی خرابی دیکھیں تو صبر سے کام لیں۔

چند دن کی بات ہے انشاء اللہ پھر جب اصل انٹینا آجائے گا تو بہت واضح تصویریں آئیں گی اور ابھی بھی انہوں نے ہمیں امید یہی دلائی ہے کہ اگر نقص ہے تو معمولی ہوگا بہت زیادہ قابل فکر نقص نہیں ہوگا اور وہ جو پاکستان کے لئے چوبیس گھنٹے کا نظام ہے اس کا سیٹلائیٹ ہمیں دراصل پوری طاقت کا مئی میں ملے گا، ایشیا کے لئے میرا مطلب ہے۔ اس سے پہلے عارضی طور پر ہمیں دو ہیمی بیمز Hemi-Beams مل چکی ہیں۔ چند دنوں تک وہ بھی شروع ہو جائیں گی تو افریقہ کا جو حصہ کٹا ہوا تھا وہ بھی اس کی وجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ان پروگراموں میں پوری طرح شامل ہو جائے گا۔

بہر حال یہ اپریل اور مئی یہ دو مہینے ہیں جو اس پہلو سے خدا کے فضل سے غیر معمولی برکتیں لے کے آئیں گے اور جماعت کو دعا میں یاد رکھنا چاہئے کہ جو بھی عارضی روکیں یا مستقل بعض دفعہ روکیں بنتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دور فرما دے اور کل عالم کو ہم بہترین پیغام پہنچا سکیں۔ اتنا خدا کے فضل سے اس کا Impact ہو رہا ہے دنیا پر، خاص طور پر عربوں پر کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ ایسے ایسے حیرت انگیز خط مل رہے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اتفاقاً MTA دیکھنے لگے اور اب تو اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے اور بعض لکھتے ہیں کہ ہمیں پتا نہیں بیعت کس طرح کی جاتی ہے مگر آپ ہمیں احمدی سمجھیں اور ہمیں بتائیں کہ کس طرح ہم نے باقاعدہ داخل ہونا ہے۔ ایک خاتون نے لکھا ہے کہ میں حاضر ہوں اگر بیعت کے لئے لندن پہنچنا ضروری ہے تو میں لندن پہنچوں گی مگر اب میں بیعت کے بغیر رہ نہیں سکتی۔ تو یہ بہت ہی غیر معمولی برکتیں ہیں اور رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہی کی برکتیں ہیں اسی لئے کل عالم پر برس رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا فیض سارے زمانے پر عام کر دے اور ہمارے مشکلات کو دور فرمائے۔ آمین